پروفیسر انیس احمد

اسلام میں شخصی آزادی

انسان نے اپنے حقوق کے تحفظ اور انصاف کی ترویج کے لیے جن بنیادی اداروں کو قائم کیا ہے ان میں مملکت کا ادارہ سب سے زیادہ اہم ہے۔ ابتدائی دورِ وحشت کا انسان ہو یا جدید متمدن دنیا کا شہری ہر دور، اور ہر زمانے میں انسانی زندگی نت نئے خطرات سے دوچار رہی ہے، اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ سب سے اہم خطرات خود انسان ہی کی طرف سے رونما ہوئے۔ انسان میں نیکی اور بدی، انصاف اور ظلم، حق پرستی اور حق دشمنی دونوں کے داعیات پائے جاتے ہیں۔ اُس کے ہاتھوں خیر و فلاح کے کام بھی ہوتے ہیں اور ظلم و عناد بھی۔ یہی وہ تضاد ہے جو ایسے بالاتر اداروں کی طرف رہنمائی کرتا ہے، جو حق و انصاف کو قائم کرنے کے ذمہ دار ہوں اور جن کے ذریعے انسانی معاشرہ فتنہ و فساد سے پاک کیا جا سکے۔ مملکت، قانون، عدالت، یہ سب ادارے اسی فطری ضرورت کو پورا کرنے کی کوششیں ہیں۔

اسلام دینِ فطرت ہے اور انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہوئے تمام مسائل کے واضح اور متعین حل پیش کرتا ہے۔ چنانچہ اسلام ابتدا ہی سے ایک ایسے ادارے کے وجوب و وجود کا قائل رہا ہے جو انسان کے بنیادی سیاسی مسائل کو حل کر سکے۔ یہی وجہ تھی کہ تخلیق آدم کے وقت آدم کو خلیفہ کے لقب سے پکارا گیا اور بعد میں انبیائے کرام علیہم السلام کی ذمہ داریوں میں سے ایک قیامِ قسط (انصاف کا قیام) کی ذمہ داری بھی رہی۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے مملکت کو اسلامی بنیادوں پر قائم کیا۔ ہجرت نبوی سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا کہ

قُل رب ادخلنی مدخل صدقٍ و اخرجنی مخرج صدقٍ واجعل لی من لدنک سُلطاناً نصیراً (بنی اسرائیل)۔ یعنی اور دعا کرو اے پروردگار مجھ کو جہاں بھی تو لے جا اور جہاں سے بھی

نکال بجائی کے ساتھ نکال، اور اپنی طرف سے اقتدار کو مرامد گار بنا دے، قیام مملکت کے سلسلہ میں آپ کی کوششوں کی بین دلیل ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ قرآن پاک میں بے شمار مقامات پر مملکت کے وجود کو ایک لازمی عنصر کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے (ملاحظہ ہو سورہ الحدید آیت ۲۵، سورہ المائدہ آیت ۴۴ - سورہ یوسف آیت ۴۰ - سورہ آل عمران آیت ۱۵۴ - سورہ اعراف آیت ۸۵ - سورہ آل عمران آیت ۶۷ وغیرہ)۔

ان آیات قرآنی میں مملکت کی اہمیت اور اس کے جو بنیادی خد و خال پیش کیے گئے ہیں وہ مختصراً یہ ہیں:

۱- حاکمیت کسی شخص، خاندان، طبقہ یا گروہ کی نہیں صرف اور صرف اللہ کی ہے۔

۲- قانون سازی کے جملہ اختیارات تشکیل و تنسیخ صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔

۳- جو مملکت اس قانون الٰہی کو جاری کرے وہ اسلامی ہے اور اس کی اطاعت ہر شہری پر فرض ہے۔ اس مملکت کا مقصد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اور یہ اپنے شہریوں کے جملہ حقوق کے تحفظ اور ان کے لیے فوز و فلاح کے مواقع فراہم کرنے کی ذمہ دار ہے۔

ان چند بنیادی معروضات کی روشنی میں ہم "اسلام میں شخصی آزادی" کے تصور کو زیادہ واضح طور پر سمجھ سکتے ہیں۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا، مملکت کی بنیادی ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری یہ ہے کہ وہ شہریوں کے حقوق کا تحفظ کرے۔ اس سلسلے میں مختلف نقطہ ہائے نظر کا وجود ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ ہر طبقۂ خیال اور ہر مکتب فکر میں بہر حال انسان کے چند بنیادی حقوق تسلیم کیے گئے ہیں جن میں اولیت تحفظ جان، مال، ناموس، ملکیت، شخصی آزادی اور قانونی معاشرتی اور معاشی آزادی کو حاصل ہے۔

ان بنیادی حقوق کے تحفظ کے لیے سیاسی مفکرین نے ہر دور میں مملکت کو ذمہ دار قرار دیا ہے - خواہ یہ مفکرین ایک "فطری حقوق" کے نظریے کے ماننے والے ہوں یا "قانونی حقوق" کے "تاریخی تصور" پر یقین رکھتے ہوں یا "رواجی تصور" پر یا "فلاحی تصور" کے قائل ہوں یا "شخصی عینی تصور" کے۔ جزوی اختلافات کے باوجود بنیادی حقوق پر سب مفکرین کا اتفاق پایا

جاتا ہے۔ جزوی فرق کی نوعیت صرف یہ ہے کہ ایک مورخ جب تاریخ پر نظر ڈالتا ہے تو اسے بڑے بڑے انقلابات کے بنیادی محرک کی حیثیت سے انسانی حقوق کے تحفظ کا جذبہ نظر آتا ہے۔ ایک سیاسی مفکر جب سیاسی ارتقاء پر نظر ڈالتا ہے تو اسے فرد اور معاشرہ، حکومت اور قانون، غرضیکہ ہر ادارے میں انہی حقوق کا عکس دکھائی دیتا ہے۔ ایک معلم اخلاق جب انسانی معاشرے کا جائزہ لیتا ہے تو اخلاق کے وجود اور مذہب کے بنیادی وظائف میں انہی حقوق کا تعین اور تحفظ پایا جاتا ہے۔ گویا دساتیر عالم ہوں یا مجموعہ ہائے پند و اخلاق، ہر فکری کاوش میں انسان کے چند بنیادی فطری اور شخصی حقوق کسی نہ کسی رنگ میں تسلیم کیے گئے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اسی بات کو ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ انسان نے جب سے شعوری زندگی کا آغاز کیا ہے، اسے اپنے حدود کار کے تعین کے لیے چند ایسے ضابطے، چند اصول اور چند کلیے وضع کرنے پڑے جو فرد اور فرد، فرد اور معاشرہ، اور فرد اور مملکت کے دائرۂ کار کو متعین کر سکیں۔

اس مختصر سی گفتگو کا مرکزی خیال انسان کے بنیادی حقوق کا صرف وہ پہلو ہے جسے ہم شخصی آزادی سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسلام جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے ایک الٰہی ضابطۂ حیات ہے اور یہی وہ اصل چیز ہے جو اسلام کے تصورِ شخصی آزادی اور دیگر تصورات کے درمیان فرق و امتیاز کی بنیاد ہے۔ یہاں پر شخصی آزادی کو متعین کرنے والی قوت اور ادارہ نہ تو محض قانون ہے اور نہ رواج۔ نہ محض معاشرہ اور نہ ہی اجتماعی فلاح۔ بلکہ اس شخصی آزادی کا عطا کرنے والا اور اس کا تحفظ کرنے والا خود اللہ تعالیٰ اور اس کا قانون ہے۔ چنانچہ اس فرد کے لیے جو اسلامی مملکت کا شہری ہو، جس نے اللہ کے قانون کی فوقیت اور قطعیت کا اقرار کر لیا ہو، اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول چند تحفظات کا ذمہ لیتے ہیں۔

قرآن اللہ تعالیٰ کی قانونی حاکمیت اور رسول ؐ کی شارعیت، قانون الٰہی کی بالادستی، سلطنت اور خلافت کا قیام، ریاست کے حدود اطاعت، مشاورت، دستوری مسائل وغیرہ سے بحث کرتے ہوئے انسان کے بنیادی حقوق کو اس طرح بیان کرتا ہے۔

تحفظ جان

ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق (سورۂ بنی اسرائیل ۱۷: ۳۳) (کسی جان کو جسے اللہ نے حرام کیا ہے حق کے بغیر قتل نہ کرو)۔

تحفظ حقوق ملکیت

لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل (سورہ بقرہ ۲: ۱۸۸، ۴: ۲۹) (اپنے مال آپس میں ناجائز طریقوں سے نہ کھاؤ)۔

تحفظ ناموس

لا یسخر قوم من قوم .....

ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب ......

..... ولا یغتب بعضکم بعضاً (سورہ الحجرات ۴۹: ۱۱-۱۲) (کوئی گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے ..... اور نہ تم ایک دوسرے کو عیب لگاؤ نہ ایک دوسرے کو برے لقب دو ..... نہ تم میں سے کوئی کسی کے پیٹھ پیچھے اس کی برائی کرے)۔

نجی زندگی کا تحفظ

لا تدخلوا بیوتاً غیر بیوتکم حتیٰ (سورہ نور ۲۴: ۲۷) (اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو)۔

ولا تجسسوا (سورہ حجرات ۴۹: ۱۲) (اور لوگوں کا بھید نہ ٹٹولو)۔

تنقید کی آزادی

انجینا الذین ینھون عن السوء واخذنا الذین ظلموا بعذاب بئیس بما کانوا یفسقون (سورہ اعراف ۷: ۱۶۵) (ہم نے نجات دی ان لوگوں کو جو برائی سے روکتے تھے اور پکڑ لیا ظالموں کو عذاب سخت میں۔ اس فسق کے بدلے جو وہ کرتے تھے)۔

یا — کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ (آل عمران ۳: ۱۱۰) (تم وہ بہترین امت ہو جسے نکالا گیا ہے لوگوں کے لیے تم نیکی کا حکم دیتے ہو۔ بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو)۔

یا — فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول ۔ (اور جب کسی معاملہ میں ان سے (یعنی ارباب امر سے) اختلاف اور تنازعہ ہو تو خدا اور رسول (کے حکم و منشاء) کی طرف لوٹو)۔

آزادیٔ اجتماع کا حق

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاءھم البینات واولئک لھم عذاب عظیم (آل عمران ۳: ۱۰۴، ۱۰۵) (اور ہونا چاہیئے تم سے ایک اپنا گروہ جو دعوت دے نیکی کی طرف اور حکم دے نیکی کا اور روکے بدی سے ایسے ہی لوگ فلاح پاتے ہیں۔ اور نہ ہوجاؤ ان لوگوں کی طرح جو متفرق ہوئے اور جنھوں نے اختلاف کیا جب کہ ان کے پاس واضح ہدایات آچکی تھیں۔ ایسے لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے)۔

اعتقاد و مسلک کی آزادی

لا اکراہ فی الدین (بقر ۲: ۲۵۶) (دین میں جبر نہیں ہے)

افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین (یونس ۱۰: ۹۹) (کیا تو ان لوگوں کو مجبور کرے گا کہ وہ مومن ہو جائیں)

عدل کا قیام

واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل (نساء ۴: ۵۸) (اور جب لوگوں کے معاملات میں فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو)۔

لیقوم الناس بالقسط (الحدید) (تاکہ لوگوں کے درمیان انصاف قائم کریں)۔

بنیادی ضروریات فراہم کرنے کا حق

وفی اموالھم حق للسائل والمحروم (سورہ ذاریات ۵۱: ۱۹) (اور ان کے مالوں میں حق ہے مدد مانگنے والے کا اور محروم کا)۔

اسی طرح بے شمار مقامات پر احادیث نبوی میں یہ مضمون نظر آتا ہے کہ جس نے ہمارے طریق پر نماز پڑھی، ہمارے قبلہ کی طرف رخ کیا، ہمارا ذبیحہ کھایا تو وہ مسلم ہے جس کے لیے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ قائم ہو چکا ہے۔ سو اللہ کے ساتھ اس کی دی ہوئی ضمانت میں دغابازی نہ کرو۔[۱]

---

[۱] بخاری باب فضل استقبال القبلۃ۔ بحوالہ امین احسن، اسلامی ریاست جلد ۴، ص ۷، لاہور ۱۹۵۰

ان آیات قرآنی میں اور ارشادات نبوی میں جن حقوق اور فرائض کا ذمہ لیا گیا ہے وہ مختصراً یہ ہیں:-

۱۔ شہریوں کی جان، مال اور ناموس کی حفاظت کی ذمہ داری براہِ راست خدا اور اس کے رسولؐ کی ہے۔ ریاست اس ذمہ داری میں برابر کی شریک ہے۔

۲۔ شہری کی ذاتی ملکیت کے جملہ حقوق محفوظ ہوں گے۔ حکومت ایک نگران اور محافظ ادارے کے فرائض انجام دے گی اور شہری کی اجازت کے بغیر کسی قسم کی دخل اندازی نہ کر سکے گی۔

۳۔ ہر شہری کی شخصی آزادی محفوظ ہو گی۔

قرآن اور حدیث کے بعد اب میں تاریخ کے چند اوراق آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ان اصول و کلیات کو عملی شکل میں کارفرما دکھایا جا سکے۔

۱۔ جنگ حنین کا واقعہ ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان بن امیہ سے چند زرہیں طلب فرمائیں۔ صفوان بن امیہ جو ایک عام شہری ہے ابھی ابھی حدود اطاعت میں داخل ہوا ہے۔ سوال کرتا ہے "اغصباً یا محمدؐ" کیا بلا معاوضہ لینے کا ارادہ ہے اے محمدؐ! آپؐ فرماتے ہیں "یہ مستعار ہیں جو ان میں سے ضائع ہوں گی ان کا معاوضہ دیا جائے گا۔" گویا مملکت کو کسی کی ذاتی ملکیت غصب کرنے یا قومی ضرورت کے تحت زبردستی حاصل کرنے کا حق نہیں ہے جب تک کہ دونوں فریق کسی اتفاق تک نہ پہنچ جائیں۔

۲۔ رسول پاکؐ مدینہ میں مسجد نبوی میں خطبہ دے رہے ہیں، ایک شخص خطبہ کے درمیان کھڑا ہو کر سوال کرتا ہے کہ میرے پڑوسیوں کو کس قصور میں گرفتار کیا گیا ہے۔ نبی صلعم توقف فرماتے ہیں کہ شاید کوئی ذمہ دار شخص وجہ جواز پیش کرے۔ سائل دوبارہ سوال دہراتا ہے آپ فوراً اس کے پڑوسیوں کو رہا کر دینے کا حکم دے دیتے ہیں۔

۳۔ مصر کے فاتح عمرو بن عاص کے صاحبزادے محمد ایک مصری کو چند کوڑے مارتے ہیں اور اس خوف سے کہ کہیں بات پھیل نہ جائے اسے گرفتار کرا دیتے ہیں۔ مصری بھاگ کر حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا۔ آپ عمرو بن عاص اور ان کے صاحبزادے کو طلب کرتے ہیں، اور مصری کو کوڑا دے کر محمد بن عمرو بن عاص کو برسرِ عام پٹواتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ اب ذرا گورنر کی بھی خبر لو انہی کی وجہ سے بیٹے کو یہ جرأت ہوئی۔

اسلامی تاریخ اس حقیقت کی شاہد ہے کہ اسلامی مملکت میں عملی طور پر کسی شہری کی جان، مال، ناموس اور شخصی آزادی کس قدر محترم تھی اور حکومت کس حد تک اس کی ذمہ دار تھی۔

اسلام کے تصور شخصی آزادی کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ یہ شخصی آزادی من جانب اللہ ہے۔ اس لیے مملکت یا کوئی ادارہ یا کوئی فرد اس آزادی کو سلب کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ اس کے مقابلے میں دیگر نظام ہائے سیاسی میں یا تو کوئی فرد یا کوئی معاشرہ یا کوئی ادارہ یا کوئی حکومت یا کوئی قانون یہ شخصی آزادی دیتا ہے اور منطقی طور پر اسے اس آزادی کو سلب کرنے کا حق بھی ہوتا ہے۔ لیکن اسلام میں اس حق کو سلب کرنے کا اختیار کسی کو نہیں ہے اور یہی وہ بنیادی خوبی ہے جو اسلامی مملکت میں شخصی آزادی کو تمام تصورات سے ارفع و بلند کرتی ہے۔

اسلام مملکت کے شہری کو صرف چند حقوق ہی عطا نہیں کرتا بلکہ وہ ایک ایسے انسان کے وجود میں آنے اور قائم رہنے کے امکانات بھی پیدا کرتا ہے جو ان حقوق اور تحفظات سے مستفید بھی ہو سکے۔
دور جدید میں انسانی حقوق کے بلند ہونے کا دعویٰ تو کیا جاتا ہے لیکن ان حقوق کی ظاہری ضمانت کے لیے انسان کو چند ایسے سیاسی، معاشی، معاشرتی اور قانونی بندھنوں میں جکڑ دیا جاتا ہے کہ وہ ان حقوق کا نظارہ تو کر سکے لیکن ان سے کوئی استفادہ نہ کر سکے۔

۱۲۱۵ء کا میگنا کارٹا ہو یا ٹامس پین کا منشور حقوق انسانی ہو یا روسو کا معاہدۂ عمرانی ہو یا دور جدید میں بگوٹا کانفرنس کی سفارشات ہوں یا منشور اقوام متحدہ، ان تمام دستاویزوں کی حیثیت قیمتی کاغذ پر آب زر سے لکھے ہوئے چند الفاظ سے زیادہ نہیں۔ یہ الفاظ دیکھنے میں کتنے ہی خوشنما معلوم ہوتے ہوں، اور سننے میں کتنے ہی شیریں محسوس ہوتے ہوں، اس انسان کو ہمارے سامنے پیش کرنے سے کلیتاً ناکام ہو چکے ہیں جو عملاً ان حقوق کو حاصل بھی کر سکے۔ اگر مجھے ایک قدیم تمثیل استعمال کرنے کی اجازت دی جائے تو یہ دستاویز سونے کی کھجوریں ہیں جو کسی کا پیٹ نہیں بھر سکتیں، اور اس کی وجہ یہی ہے کہ ان حقوق کو قائم کرنے کے لیے جس انسان کی ضرورت ہے اسے یہ دور جنم دینے میں ناکام رہا ہے۔ اس کے مقابلے میں اسلام نے جو تصور مملکت دیا ہے وہ اس بات کا ضامن ہے کہ اس کے ہاتھوں انسانی حقوق بہ کمال قائم ہوں گے اور انسان شخصی آزادی کی تمام نعمتوں سے متمتع ہو سکے گا۔

یہ وہ اہم خصوصیت ہے جو اسلام کے تصور شخصی آزادی کو دیگر تصورات سے ممتاز کرتی ہے۔

اسلام نے شخصی آزادی کو محض فرد ہی تک محدود نہیں کیا ہے بلکہ وہ فرد کو ایک جماعت کا جزو قرار دے کر فرد اور ہیئت اجتماعی کے درمیان ایک متوازن رشتہ اور تعلق پیدا کرتا ہے۔ وہ فرد کو اس حد تک آزادی دیتا ہے کہ وہ دوسرے کی آزادی پر اثر انداز نہ ہو۔ اسی طرح اسلام نے شخصی ملکیت کے اقرار کے ذریعہ فرد کو مقابلہ اور مسابقہ کے فطری محرکات فراہم کر دیے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ فرد کو اجتماع سے الگ کر کے دیکھنے اور سوچنے کا قائل نہیں۔ یہاں پر فرد کا وجود صرف ربط ملت سے ہے گویا اسلام شخصی آزادی کے تحفظ کے ساتھ ساتھ ایک متوازن سیاسی اور معاشی ڈھانچہ وجود میں لاتا ہے جو انسانیت کی ترقی میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہیں ہونے دیتا، اور جو طبقاتی کش مکش اور لونی یا لسانی تفریق کا خاتمہ کرتا ہے۔ یہاں پر حقوق و فرائض میں کسی قسم کا ٹکراؤ، تصادم اور کھچاؤ نہیں ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ حق کی اصطلاح چونکہ ایک اسم ربّانی بھی ہے اس لیے اس کی عظمت و اہمیت ایک تقدس کا پہلو لیے ہوئے ہے اور اس حیثیت سے اس کی ادائیگی ایک سیاسی ضرورت ہی نہیں ایک دینی فریضہ بھی ہے۔

اسلام کا تصور شخصی آزادی ایک ہمہ گیر اور ہمہ وقتی تصور ہے۔ ترقی یافتہ اور عقل سے آراستہ انسان کے تخلیق کردہ تصورات پر نظر ڈالیے تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی نظر اس کے اپنے پاؤں سے آگے نہیں دیکھ سکی۔ اسلام نے اس سے کئی قدم آگے بڑھ کر حقوق کے تحفظ کا ایک ہمہ گیر اور ہمہ جہتی نظام وضع کیا جس میں انسانوں کے متعلق، حیوانات اور نباتات تک کے شخصی حقوق متعین کر دیے گئے۔ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ جانوروں کو بلا وجہ نہ مارا جائے۔ ان پر ان کی قوت سے زیادہ بار نہ ڈالا جائے حتیٰ کہ سبز درختوں تک کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ کیا کوئی اور تصور سیاسی شخصی حقوق کا اتنا ہمہ گیر تصور دے سکتا ہے جس میں کل جانداروں کے شخصی حقوق کی ضمانت دی گئی ہو۔

انسان کے شخصی حقوق کے تحفظ کے لیے اسلام نے مملکت کے ادارے کو محض ایک تادیبی ادارے کی حیثیت سے قائم نہیں کیا۔ اسے محض چند قوانین کا نفاذ، چند حدود کے اجرا، اور چند قیود کے عائد کر دینے کی ذمہ داری ہی نہیں سونپی بلکہ مملکت کو ایک تعلیمی اور تبلیغی ادارہ بنایا ہے۔ ذمہ داران مملکت کی حیثیت مصلحین کی ہے اور وہ انبیائے کرام کے جانشین ہیں۔ حکومت کو ایک استاد کی طرح ہمدرد، شفیق اور معاون و مددگار ہونا چاہیے۔

اس مسئلہ کا ایک اور پہلو بھی قابل غور ہے۔ عام معاشروں میں پہلے حقوق پامال ہوتے ہیں اور پھر ان کی پامالی سے ان کے تحفظ کے لیے قانون، معاشرہ یا مملکت وجود میں آتے ہیں لیکن اسلام مملکت کو پہلے قائم کرتا ہے۔ وہ پہلا فرد جو دنیا میں آتا ہے اور ایک سیاسی اختیار کے ساتھ آتارا جاتا ہے۔ یہاں پر ارتقا کا رخ بالکل مختلف ہے۔ اپنے بنیادی تصورات کے بارے میں اسلام روز اوّل سے کامل ہے۔ یہ دوسرے نظریات کی طرح غلطی، گمراہی، ٹھوکریں کھانے اور تجربات کرنے کے راستوں سے گزر کر تکمیل کو نہیں پہنچا ہے بلکہ ایک الٰہی ضابطہ ہونے کی بنا پر روز اول سے ہی اپنے اندر انسانی فطرت سے مطابقت، انسانی احتیاجات کی تکمیل کی صلاحیت اور شخصی و اجتماعی حقوق کے تحفظ کی ضمانت لیے ہوئے ہے، اور اس کے ساتھ بدلتے ہوئے زمانے کی ضروریات پوری کرنے اور معاشرے کو ارتقا کی اعلیٰ ترین منازل تک پہنچنے کے مواقع فراہم کرتا ہے۔

حیاتِ محمدؐ

از محمد حسین ہیکل مترجم: ابویحیٰی امام خاں

یہ کتاب مصر کے نامور ادیب اور محقق محمد حسین ہیکل کی مشہور و معروف تصنیف کا ترجمہ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات نہایت مؤثر اور دل نشین انداز میں لکھے گئے ہیں اور حضورؐ کی حیاتِ طیبہ کے ان پہلوؤں کو خصوصیت سے اجاگر کیا گیا ہے جن کا تعلق زندگی کے بنیادی حقائق اور اس دور کے اہم مسائل سے ہے۔

قیمت ۲۲/۵۰ روپے

ملنے کا پتہ

سیکریٹری ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور (مغربی پاکستان)